Fikr-o-Nasar (Islamabad) 12:1 (1974)

نامق کمال اور ان کے افکار

(۲)

ثروت صولت

ترکی میں جدید اصلاحات کا آغاز اٹھارھویں صدی کے نصف اول میں سلطان احمد ثالث (۱۷۰۳ء تا ۱۷۳۰ء) کے زمانہ سے ہوا۔ یہ اصلاحات زیادہ تر فوجی تعلیم، تنظیم اور فن جنگ سے متعلق تھیں۔ علاوہ ازیں ترکی میں پہلا چھاپہ خانہ بھی اسی زمانے میں قائم ہوا۔ اصلاحات کے اس پہلے دور کی خصوصیت یہ ہے کہ ان کے نفاذ میں علماء نے نمایاں طور پر حصہ لیا تھا۔ چنانچہ ۱۷۳۴ع میں جب انجینئرنگ کی تعلیم کا پہلا مدرسہ قائم ہوا تو اس میں الجبرا اور جامیٹری کے مضامین علماء پڑھاتے تھے۔

اصلاحات کے دوسرے دور کا آغاز سلطان سلیم ثالث (۱۷۸۹ء تا ۱۸۰۷ء) کے زمانے میں ہوا اور اختتام ۱۸۷۶ء میں اس وقت ہوا جب سلطان عبدالحمید خان ثانی (۱۸۷۶ع تا ۱۹۰۹ء) بر سر اقتدار آئے۔ یہ اصلاحات سلیم ثالث، سلطان محمود ثانی (۱۸۰۸ع تا ۱۸۳۹ء) اور سلطان عبدالمجید اول (۱۸۳۹ء تا ۱۸۶۱ء) اور ان کے وزیروں اور عہدیداروں کے ذریعہ عمل میں آئیں۔ ان وزیروں میں مصطفےٰ رشید پاشا (۱۸۰۰ء تا ۱۸۵۸ء) فواد پاشا (۱۸۱۵ء تا ۱۸۶۹ء) عالی پاشا (۱۸۱۵ء تا ۱۸۷۱ء) اور مدحت پاشا (۱۸۲۲ء تا ۱۸۸۳ء) کے نام نمایاں ہیں۔ یہ دور جس میں ان وزیروں کے ذریعہ اصلاحات عمل میں آئیں ترکی کی تاریخ میں ''عہد تنظیمات،، کے نام سے مشہور ہے۔ دور تنظیمات کا آغاز ۱۸۳۹ء میں پہلی دستوری اصلاحات کے نفاذ سے ہوا۔

اور ۱۸۷۷ء میں مدحت پاشا کی برطرفی اور ترکی پارلیمنٹ کے توڑے جانے پر ختم ہوگیا جو ایک سال پہلے قائم ہوئی تھی۔

اصلاحات کے اس دوسرے دور میں یورپ سے ترکی کے قریبی تعلقات قائم ہوئے۔ ویانا، پیرس اور لندن وغیرہ میں اولین ترکی سفارت خانے قائم ہوئے۔ فوجی اصلاحات کے ساتھ ساتھ انتظامی، عدالتی اور تعلیمی شعبوں میں بھی اصلاحات کی گئیں۔ مغربی طرز کے سیکولر مدرسے قائم کئے گئے جن میں اسلام کی دینی حیثیت کو پہلی مرتبہ نظر انداز کیا گیا اور استانبول میں پہلی یونیورسٹی قائم کی گئی۔ اخبار اور رسالے جاری کئے گئے اور فرانسیسی کتابوں کے ترکی میں پہلی مرتبہ ترجمے کئے گئے۔

اصلاحات کے اس دوسرے دور میں بھی، جس کا آخری حصہ عہد تنظیمات کہلاتا ہے ترکوں کے افکار پر اسلام کے اثرات گہرے تھے۔ لیکن اب یہ اثرات بتدریج کم ہوتے جا رہے تھے۔ نئی اصلاحات علماء کی بجائے ان ترک مدبروں اور رہنماؤں کے ذریعہ نافذ کی جا رہی تھیں جو سفارت یا دوسرے فرائض کی ادائیگی کے سلسلے میں سلیم ثالث کے زمانے سے یورپ بھیجے جانے لگے تھے۔ یہ لوگ اپنے ساتھ ترکی میں مغربی افکار بھی لائے اور مدرسوں کے لئے مغربی معلم اور ماہر بھی۔ ان نئے مدرسوں اور سرکاری عہدیداروں نے علماء کو تعلیمی اور سیاسی زندگی سے تقریباً بے دخل کردیا۔ چنانچہ کہا جاتا ہے کہ شیخ الاسلام عارف حکمت (۱۷۸۶ء تا ۱۸۵۹ء) کی موت کے بعد ترکی میں حقیقی علماء ختم ہوگئے۔ عارف حکمت آخری ممتاز اور بااثر عالم تھے جنہوں نے محمود ثانی کے دور میں نئی اصلاحات کے نفاذ میں سلطان کی مدد کی تھی۔(۱)

قدیم دینی مدرسوں میں جہاں یہ کمی تھی کہ وہ جدید فکر سے بے

---

۱ - ترکی میں جدید اصلاحات کے ابتدائی دور میں علماء کے کردار کے لئے ملاحظہ کیجئے شریف ماردین کی کتاب The genesis of Young Ottoman Thought ۲۱۶ تا ۲۲۵

تعلق ہوگئے تھے وہاں جدید مدرسوں کے ذریعہ نئی نسل میں اسلام کی بجائے مغربی افکار کو بنیادی حیثیت حاصل تھی نئی پود اسلامی تعلیمات سے محروم ہوگئی ۔ نتیجہ یہ ہوا کہ جس طرح دینی مدرسوں کے تعلیم یافتہ علماء جدید علوم سے ناواقفیت کی وجہ سے قدامت پسندی کا شکار ہوگئے تھے اسی طرح نئے مدرسوں کے تربیت یافتہ طلبہ مغربیت کا شکار ہو گئے اور ان کو اسلام سے عقیدت تو رہی لیکن ان کے انداز فکر میں اسلام کو بنیادی اہمیت حاصل نہ رہی ۔ مذہب اب نجی معاملہ بنتا جارہا تھا ۔

ترکوں کی جدید فکر پر فری میسن تحریک کے اثرات کو بھی نظر انداز نہیں کیا جاسکتا ۔ مشہور ترک ناشر کتب اور مصنف ابوالضیا توفیق (۱۸۴۸ء تا ۱۹۱۳ء) کے مطابق تنظیمات کے بیشتر رہنما فری میسن لاج سے تعلق رکھتے تھے ۔ ترکی میں پہلا فری میسن لاج ۱۸۵۷ء میں برطانوی سفیر نے اور دوسرا لاج فرانسیسی سفیر نے اگلے سال استانبول میں قائم کیا تھا ۔ رشید پاشا، فواد پاشا، عالی پاشا، مصطفے فاضل پاشا اور مصنف منیف پاشا (۱۸۲۸ء تا ۱۹۱۰ء) ان فری میسن لاجوں کے اولین ممبروں میں سے تھے ۔(۱) ایسی صورت میں اگر ان رہنماؤں نے ترکی میں مغربی انداز فکر اور مغربی ثقافت کو فروغ دیا تو یہ کوئی تعجب کی بات نہیں ۔ فرانس کے عدالتی ضابطوں کو ترکی میں ترجمہ کرنے اور ان کو سلطنت عثمانیہ کا عدالتی ضابطہ بنانے کی پہلی تجویز بھی فرانسیسی سفیر کی طرف سے آئی تھی اور تنظیمات کے رہنما ترکی کے عدالتی قوانین کو یورپی نمونہ پر بنانے کے حامی تھے ۔

سرکاری حلقوں کے باہر نوجوان عثمانی رہنما اس انداز فکر اور انداز زندگی کے خلاف تھے ۔ ان کو تنظیمات کے رہنماؤں پر تین بڑے اعتراضات تھے ۔

---

۱ ۔ Genesis of Young Ottoman Thought اور Emergence of Modern Turkey از برنارڈ لیوس ص ۲۰۷ تا ۲۰۸ (حاشیہ)

اول یہ کہ ''ان رهنماؤں نے مغربی کلچر کے سطحی اور غیر اخلاقی پہلو اختیار کئے هیں ۔ چنانچہ ضیاء پاشا نے اپنے مضمون ینی عثمانلی لر (نئے عثمانی) مطبوعہ ۵ اپریل ۱۸۶۹ء میں تنظیمات کے رهنماؤں پر تنقید کرتے ہوئے لکھا کہ ''یہ لوگ مغربیت کا مفہوم یہ لیتے هیں کہ تھیٹر قائم کئے جائیں، بال روم میں رقص کیا جائے، بیوی کی بےوفائی کو برداشت کیا جائے اور مغربی طرز کے بیت‌الخلا استعمال کئے جائیں ۔(۱)

نوجوان عثمانیوں کا دوسرا الزام یہ تھا کہ تنظیمات کے رهنماؤں نے اور خاص طور پر عالی پاشا نے ان بے پایاں امکانات کو فراموش کردیا ھے جو شریعت نے فراهم کئے هیں ۔

تیسرا الزام یہ تھا کہ تنظیمات کے رهنما استبدادی طرز حکومت کی پشت پناهی کر رهے هیں۔ عالی پاشا خاص طور پر دستوری حکومت اور نمائندہ حکومت کے خلاف تھے اور اگرچہ وہ غیر مسلم آبادی کو تمام حقوق و مراعات دینا چاهتے تھے لیکن وہ قومی اسمبلی قائم کرنے کی هر تحریک کو کچل دینا چاهتے تھے۔ ان کی دلیل یہ تھی کہ عثمانی سلطنت مختلف نسلی، لسانی اور مذهبی قومیتوں پر مشتمل ھے اس لئے اسمبلی کے قیام سے ان لوگوں کو بھی نمائندگی مل جائے گی جو سلطنت سے علیحدہ ہونے کی کوششوں میں لگے ہوئے هیں ۔

نامق کمال اور نوجوان عثمانیوں کو اگرچہ خط شریف گل‌خانہ(۲) میں دئے ہوئے حقوق اور اصلاحات سے اتفاق تھا لیکن اس اعلان پر ان کو تین اعتراضات تھے :

---

۱ - The Genesis of Young Ottoman Thought ص ۱۱۵

۲ - ۱۸۳۹ کا وہ اعلان جس سے ترکی میں دستوری اصلاحات کا آغاز ہوا چونکہ قصر گلخانہ سے جاری کیا گیا تھا اس لئے اس کو خط شریف گل خانہ کہا جاتا ہے۔ تنظیمات کا آغاز اسی تاریخ سے ہوتا ہے ۔

(۱) یہ اصلاحات مغربی ملکوں کو دی ہوئی بدترین مراعات تھیں اور ان کا اصل مقصد محض عیسائیوں کا تحفظ تھا۔

(۲) اس کے تحت کی جانے والی اصلاحات کو شرعی اصولوں کا پابند نہیں بنایا گیا۔

(۳) ۱۸۳۹ء کے بعد جو ادارے اصلاحات کو نافذ کرنے کے لئے قائم کئے گئے تھے وہ مغربی نمونوں کے تھے حالانکہ دولت عثمانیہ کے باشندے مغربی فکر اور کلچر سے نا آشنا تھے۔ اس کی وجہ سے سرکاری ملازمین میں انتشار اور بدنظمی پیدا ہوگئی جس کی وجہ سے اصلاحات کو عملی جامہ نہ پہنایا جاسکا۔(۱)

نوجوان عثمانیوں کے اسلامی انداز فکر کا اعتراف ترک مصنف شریف ماردین نے ان الفاظ میں کیا ہے:

''اس میں شک نہیں کہ ''اتفاق حمیت،، کے بانی سیاست میں یورپ سے رہنمائی حاصل کرنا چاہتے تھے لیکن ان کی شدید حب الوطنی نے ان کو اس راستہ پر ڈالدیا کہ وہ عثمانیوں کی مدد سے عثمانیوں کے لئے ایسی اصلاحات کریں جو اسلامی خطوط کے مطابق ہوں۔(۲)

نامق کمال کی اسلامی فکر

اس پس منظر کے بعد ہم نامق کمال کے نظریات اور افکار کو بہتر طور پر سمجھ سکیں گے جو نوجوان عثمانیوں کے سب سے بڑے ترجمان تھے۔ پروفیسر برکس نیازی اپنی کتاب ''مجموعہ مضامین ضیاء گوک الپ،، (انگریزی) کے مقدمہ میں نامق کمال کے کارنامے کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

۱۔ The genesis of Young Ottoman Thought ص ۱۶۴

۲۔ ایضاً ص ۲۱

''اس معاملے میں جس شخص نے جدید صورت حال کی غیر صحت مندی کی تشخیص کی اور اس کو ایک جدید ریاست کے قیام کے راستے کی سب سے بڑی وکاوٹ تسلیم کیا وہ نامق کمال تھے۔ انھوں نے ان دینی، اخلاقی اور قانونی اداروں کی اصلی یا مثالی شکل پیش کرنے کی کوشش کی جو اسلام سے منسوب کیے جاتے ھیں اور قدیم عثمانی روایات کے عروج کے زمانہ کے سیاسی اداروں کی بھی اصلی اور مثالی شکلیں پیش کیں اور مغربی تہذیب کے ان پہلوؤں کو بھی نمایاں کیا جن کی وجہ سے مغربی اقوام کو ترقی، فارغ البالی اور فوقیت حاصل ہوئی تھی۔ ان تینوں عناصر پر بحث کرکے وہ اس نتیجے پر پہنچے کہ ان میں کوئی بنیادی اختلافات نہ تھے، ان کے نزدیک اسلام معاشرہ کی اخلاقی اور قانونی بنیادیں فراہم کرتا ہے۔ ریاستی امور میں عثمانی روایت اور اس کی متعدد قومیتوں اور متعدد مذاھب کے درمیان رواداری کی آفاقی پالیسی کو عثمانی روایت (ترکی ریاست نہیں) کے سیاسی ڈھانچہ کی بنیاد بنایا جاتا اور مغربی تہذیب کے وہ مادی اور عملی طریقے اور اسلوب سیکھے جاتے جس سے اس نظام کو طاقت اور معاشی ترقی کی ھمعصر دنیا میں استحکام حاصل ہوتا۔

''اس طرح نامق کمال نے انیسویں صدی کے ترکی کے تینوں عناصر کو الگ الگ کیا اور ان کے حدود کی نشان دھی کی۔ ان کے خیال میں تنظیمات کی ناکامی کا سب سے بڑا سبب ان تین عناصر کے بارے میں ذھنی التشلو تھا۔ مثلاً شریعت یعنی اسلامی قانون کو تو فرانس سے ضابطۂ قانون مستعار لینے کی خاطر ترک کردیا گیا جب کہ تعلیم، حکومت، سائنس معاشیات اور زراعت کے سلسلے میں مغربی طریقوں اور اسلوبوں کو جاری نہیں کیا گیا۔

''ترکی کو ایک جدید ریاست بنانے کی طفلانہ خواھش میں تنظیمات کے بانیان اصلاحات نے بلا سبب یورو پین طاقتوں کے احسانات معاشی اور سیاسی معاملات میں قبول کئے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ریاست عثمانی اپنی آزادی اور سالمیت

کھو بیٹھی۔ انھوں نے انتظامی معاملات میں جدید جمہوری نظاموں کا ایک بھی اصول رائج نہیں کیا جب کہ نہ تو قدیم عثمانی سیاسی ادارے اور نہ اسلامی قانون میں کوئی بات ایسی تھی جو جمہوریت یا ترقی یا جدید سائنس سے ہم آہنگ نہ کی جاسکتی،،۔(۱)

ترکی جمہوریت کے بانی چونکہ سیکولرازم اور مکمل مغربیت اختیار کرنے کے حامی ہیں اس لئے قیام جمہوریت کے بعد نامق کمال کو ایک خالص ترک قوم پرست، قدامت دشمن اور مغرب پرست کی حیثیت سے پیش کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ لیکن جیسا کہ مذکورہ بالا اقتباسات سے ظاہر ہوتا ہے، حقیقت اس کے بر خلاف ہے۔ اب خود ترک مصنف اس کا اعتراف کر رہے ہیں کہ نامق کمال مکمل مغربیت کے علمبردار نہیں تھے۔ تنظیمات کے صد سالہ جشن سالگرہ کے موقع پر ترکی زبان میں تنظیمات کے نام سے ۱۹۴۰ء میں ایک کتاب شائع کی گئی تھی۔ جس میں دور تنظیمات کے کارناموں پر مختلف مصنفوں کے مضامین یکجا کیے گئے تھے۔ ان میں ایک مضمون احسان سنگو کا ہے جو عہد تنظیمات کی علمی تاریخ پر سند کی حیثیت رکھتے ہیں اور اس وقت وزارت تعلیم میں ملازم تھے۔ اس مضمون میں احسان سنگو نے اس عام خیال کی تردید کی ہے کہ نوجوان عثمانی مکمل مغربیت کے علمبردار تھے۔ انھوں نے اپنے دعوے کی تائید میں نامق کمال کے ان مضامین سے جو حریت میں شائع ہوئے تھے طویل اقتباسات پیش کرکے بتایا کہ نوجوان عثمانیوں کا یہ ترجمان سیاسی معاملات اور مسائل میں اسلامی انداز فکر رکھتا تھا اور اس کی اصلاحات کی تجاویز میں مذہب کو قطعی طور پر بنیادی اہمیت دی گئی تھی،،۔(۲)

---

(۱) Berkes, Niyazi : Turkish Nationalism and western civilization P. 17, 18 - بحوالہ مسلم ممالک میں اسلامیت اور مغربیت کی کشمکش از ابو الحسن علی ندوی ص ۵۲ - ۵۳

(۲) The Genesis of Young Ottoman Thought - ص ۲۸۲

آئیے اب ہم نامق کمال کے افکار کا براہ راست ان کی تحریروں کی روشنی میں مطالعہ کریں ۔ ان افکار کا دو نقطہ ہائے نظر سے مطالعہ کیا جاسکتا ہے ۔ اول یہ کہ انھوں نے اسلامی اور مغربی افکار کے درمیان کس طرح مطابقت پیدا کی ۔ دوم یہ کہ انہوں نے کن بنیادی سیاسی افکار سے ترکوں کو سب سے پہلے روشناس کرایا ۔

نامق کمال نے جن سیاسی اور اجتماعی مسائل پر اظہار خیال کیا ہے ان کی فہرست طویل ہے ۔ شوریٰ، اصول مشورت، حقوق، حقوق عمومی، مدنیت، مساوات، حریت، حریت افکار، وطن، اتحاد اسلام اور عورتوں کے مسائل وہ موضوعات ہیں جن پر انہوں نے خاص طور پر لکھا ہے ۔

مغربی افکار

نامق کمال نے مغربی فلسفے اور خاص طور پر سیاسی افکار کا وسیع مطالعہ کیا تھا ۔ شریف ماردین نے افلاطون سے لے کر ڈیکارٹ اور لاک تک سترہ سے زیادہ مغربی مفکرین کے نام دئیے ہیں جن سے استفادہ کرنے کا خود نامق کمال نے اعتراف کیا ہے ۔(۱) لیکن نامق کمال نے مغربی مفکرین کی آنکھ بند کرکے پیروی نہیں کی بلکہ ان کا تنقیدی نظر سے مطالعہ کیا اور ایسا کرتے وقت انہوں نے بنیاد اسلامی فکر کو بنایا ہے ۔

مثال کے طور پر والٹیر کے مذہب دشمن خیالات سے ان کو اتفاق نہیں تھا ۔ نامق کمال کا کہنا تھا کہ ''اخلاقیات کی حیثیت محض فلسفیانہ قیاس آرائی کی ہے کیونکہ مذہب کے بغیر اخلاق بذات خود انسان کے عمل پر پابندی عائد نہیں کر سکتا''۔ اسلام کے بارے میں والٹیر کے خیالات کی تردید کرتے ہوئے وہ لکھتے ہیں کہ: ''اسلام سے متعلق والٹیر کی معلومات مسیحی پادریوں سے حاصل کی گئی ہیں چنانچہ یہ معلومات اتنی ہی غلط ہیں جتنے ان کے ماخذ ۔''

---

۱ -.Genesis ص ۲۲۲

لاکے اور روسو پر تنقید کرتے ہوئے نامق کمال نے لکھا ہے کہ وہ اپنے فکر کی بنیاد تجربی شہادت (Emperical Evidence) پر رکھنے میں ناکام رہے۔ اسی طرح انقلابی سوسائٹی کے بارے میں نامق کمال کو روسو کے نظریہ سے اتفاق نہیں تھا۔(۱)

فرانسیسی مصنف رینان نے یہ خیال ظاہر کیا تھا کہ اسلام سائنس کی ترقی کی راہ میں حائل رہا ہے۔ رینان کے اس خیال نے اسلامی دنیا میں ایک ہنگامہ پیدا کردیا تھا اور مختلف ملکوں کے علماء نے اس خیال کی تردید میں کتابیں اور مضامین لکھے۔ نامق کمال نے بھی ایک مستقل کتابچہ لکھا جو ''رینان مدافعہ نامہ سی'' کہلاتا ہے۔ یہ کتابچہ علیحدہ بھی شائع ہوا اور ''کلیات نامق کمال'' میں بھی شامل ہے۔ اس میں نامق کمال نے دلائل سے ثابت کیا کہ اسلامی تعلیمات میں ایسی کوئی بات نہیں جو سائنس اور ریاضی کے مطالعہ سے مانع ہو۔ مستشرق تھیوڈور مینزل کا خیال ہے کہ دوسرے مسلمان علماء نے رینان کے جواب میں جو کتابیں لکھی ہیں ان کے مقابلے میں نامق کمال کی کتاب زیادہ ٹھوس دلائل پر مبنی ہے۔(۲)

نامق کمال کے خیال میں یورپ کی ترقی کی وجہ یہ ہے کہ اہل یورپ نے ہر چیز کی بنیاد تجربہ اور استخراج پر رکھی۔ نامق کمال لکھتے ہیں کہ اسلام کی تعلیم بھی یہی ہے اور اس کی تائید میں وہ من جملہ اور دلائل کے یہ مشہور حدیث بھی پیش کرتے ہیں جس میں کہا گیا ہے کہ علم حاصل کرو چاہے چین تک جانا پڑے۔(۳)

نامق کمال کہتے ہیں کہ یورپی تہذیب میں بہت سے ایسے دستور و آئین ہیں جن کی ابتدا اسلام سے ہوئی لیکن بعد میں ان کی تکمیل یورپ

---

(۱)۔ نامق کمال از حکمت دزدار اوغلو (ترکی بان)
(۲)۔ انسائکلوپیڈیا آف اسلام جلد دوم مضمون نامق کمال
(۳) یہ حدیث نہیں فنی اعتبار سے اس کا شمار موضوعات بلکہ واہیات میں ہوتا ہے (ایڈیٹر)

میں ہوئی۔ نامق کمال کے خیال میں مسلمانوں کی پستی کی وجہ یہ نہیں ہے کہ اسلام میں کوئی خامی ہے بلکہ اس کی وجہ مغرب کا غلبہ ہے جس نے مسلمانوں کو ترقی کرنے کے مواقع سے محروم کردیا۔ اسلامی ریاست کے لئے جدید ترقیوں کو اپنانا ضروری ہے لیکن اس کے لئے اسے مغرب کی اندھی تقلید نہیں کرنا چاہئیے اور اپنے اعتقادات، قوانین اور روایات سے دست بردار نہ ہونا چاہئیے۔،،(۱)

اسلام اور شریعت

نامق کمال مذہب اور سیاست کی علیحدگی کے قائل نہیں تھے۔ ان کے خیال میں مذہب اور سیاست کی علیحدگی کا تصور مسلمانوں میں منگولوں کے حملے کے بعد پیدا ہوا۔(۲) وہ شریعت کو قانون فطرت قرار دیتے ہیں جس پر عمل نہ کرنا زوال کا باعث ہوسکتا ہے۔ ان کے خیال میں عثمانی ترکوں کے زوال کی ایک وجہ یہ ہے کہ آخر دور میں شریعت پر عمل ختم ہوگیا تھا۔ وہ لکھتے ہیں کہ:

''ہمارے یہاں خیر و شر کا تعین شریعت کرتی ہے۔ علاوہ ازیں شریعت کے اندر بڑے بڑے عملی فوائد بھی مضمر ہیں۔ چونکہ اللہ نے قرآن کی تلاوت کا حکم دیا ہے اس لئے ہر شخص ان عام اصولوں سے واقفیت حاصل کر سکتا ہے جو قرآن میں موجود ہیں۔ اگر قوانین ان تمام اصولوں کے مطابق بنائے جائیں تو اس کا مطلب یہ ہے کہ ہر باعمل مسلمان خود بخود بغیر کسی کوشش کے اپنے ملک کے قوانین سے باخبر ہوجائے گا۔ فرانس جیسے ملک میں جہاں قوانین کسی ایسے بنیادی معیار پر مبنی نہیں ہیں شہریوں کے لئے یہ ناممکن ہے کہ وہ اپنے قانون سے باخبر ہوں۔،،(۳)

---

1 - Genesis ص ۱۳۹

۲ - نامق کمال از حکمت دزدار اوغلو

۳ - Genesis ص ۳۱۴ - ۳۱۵

نامق کمال کا خیال تھا کہ علماء کے طبقہ سے تنگ نظر عناصر کو خارج کر دینے کی ضرورت ہے لیکن جہاں تک قانون کی روح کا تعلق ہے شریعت ایک حقیقی رہنما کی حیثیت رکھتی ہے۔ ان کے خیال میں جس چیز کو دستور کہا جاتا ہے وہ شریعت میں موجود ہے۔''

تنظیمات کے دور میں عثمانی قوانین کو شریعت سے الگ رکھنے کی جو تحریک چل رہی تھی نامق کمال اس کے سخت مخالف تھے۔ وہ لکھتے ہیں:

''اس وقت تک شریعت سے آزاد جو عدالتیں قائم کی گئیں ہیں اور جو قوانین بنائے گئے ہیں ان کا کام اس کے علاوہ اور کیا ہے کہ شریعت محمدی کو کمزور کیا جائے۔ کیا یہ عدالتیں، شرعی عدالتوں سے زیادہ غیر جانب دار ہیں؟ اور کیا یہ قوانین شرعی قوانین سے زیادہ مکمل اور بے عیب ہیں؟ شرعی قوانین ایک خدائے واحد کے تحفظ میں ہوتے ہیں اور بڑے سے بڑا جابر اور قاہر ان میں تبدیلی نہیں کرسکتا۔ وہ ان کو صرف دبا سکتا ہے۔ ہمیں شریعت کے ان معیاروں کے مطابق نجات حاصل کرنا چاہئیے۔(۱)

حاکمیت، جمہوریت اور بنیادی حقوق

نامق کمال کے خیال میں اقتدار اعلیٰ شریعت کو حاصل ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ ''اگرچہ اقتدار اعلیٰ کا سرچشمہ عوام ہیں لیکن اس کے باوجود اکثریت کو یہ حق حاصل نہیں ہے کہ وہ شریعت کے ضابطے کی خلاف ورزی کرسکے۔ اکثریت (شریعت کی خلاف ورزی کرکے) ایک ادنیٰ حبشی بچے کے بال کو بھی نہیں چھو سکتی۔(۲)

۱۸۶۸ء میں خلافت عثمانیہ کی شورای دولت (کونسل آف اسٹیٹ) کا افتتاح کرتے وقت سلطان عبدالعزیز نے جو تقریر کی تھی اس پر تنقید کرتے

---

۱ Genesis ص ۳۱۵
۲ - ایضاً ص ۲۹۹

ہوئے نامق کمال نے اپنے مضمون ''الحق یعلو'' میں لکھا ہے:

''سلطان نے اپنی تقریر میں اسلام کی اس رہنمائی کا تذکرہ کیوں نہیں کیا جو وہ سیاسی امور میں کرتا ہے۔ اگر اس سے سلطان کا مقصد یہ بتانا ہے کہ عثمانی خلافت کے باشندے آج تک سلطان کے غلام رہے ہیں اور وہ محض اپنے مراحم خسروانہ سے ان کی آزادی کو برقرار رکھے ہوئے ہے تو پھر ہم اس خیال سے کبھی اتفاق نہیں کرسکتے کیونکہ ہمارے عقیدے کے مطابق عوام کے حقوق، خدائی انصاف کی طرح ناقابل تنسیخ ہیں۔ (۱)

نامق کمال نے اپنے مقالات میں نمائندہ حکومت کی پر زور حمایت کی ہے اور عثمانی سلطنت میں نمائندہ حکومت قائم کرنے کی ضرورت پر زور دیا ہے نمائندہ حکومت کے لئے وہ ''مشورت'' کی اصطلاح استعمال کرتے ہیں۔

عوام کی بالادستی، بنیادی حقوق اور آزادی وہ تصورات ہیں جو نامق کمال کے خیال میں اسلامی تعلیمات سے حاصل ہوتے ہیں۔ چنانچہ بیعت کے طریقہ کو وہ عوام کی بالادستی سے تعبیر کرتے ہیں اور اسے حکمران اور رعایا کے درمیان ایک معاہدہ سمجھتے ہیں۔ اسی طرح نمائندگی اور پارلیمنٹ کی ضرورت کو وہ قرآن اور حدیث سے ثابت کرتے ہیں۔ برنارڈلیوس لکھتے ہیں کہ نامق کمال، ضیاءپاشا اور ان کے ساتھیوں نے اس سلسلے میں سورۂ آل عمران کی اس آیت کا جس میں رسول پاک کو باھمی مشورہ کرنے کی تاکید کی ہے اس کثرت سے حوالہ دیا ہے کہ یہ آیت اس صدی کے حریت پسند مسلمانوں کے لئے ایک سیاسی مسلک کی حیثیت اختیار کر گئی تھی۔ (۲)

اپنے مضمون ''الحق یعلو'' میں یہ کہنے کے بعد کہ آزادی عطیہ خداوندی ہے وہ لکھتے ہیں کہ امت صرف اسی وقت آزادی سے بہرہ ور ہوسکتی

۱۔ Genesis ص ۱۱۹

۲۔ The Emergence of Modern Turkey از برنارڈ لیوس ص ۱۴۱

ہے جب کہ اسے حقوق شخصیہ اور سیاسیہ کا تحفظ دلایا گیا ہو۔

نامق کمال کے زمانے میں باقی اسلامی دنیا کی طرح ترکی میں بھی حریت، استقلال، وطن اور ملت کے الفاظ یا تو مستعمل نہیں تھے یا وہ اس مفہوم سے مختلف معنوں میں استعمال کئے جاتے تھے جس میں آج استعمال کئے جارہے ہیں ۔ یہ اصطلاحات نامق کمال نے یا تو پہلی مرتبہ استعمال کیں یا ان کو مقبول عام بنایا۔

''حریت،، کے عنوان کے تحت وہ ایک مضمون میں لکھتے ہیں :-

''انسان آزاد ہے اور اس کو ہمیشہ آزاد رہنا چاہئے۔ انسان کو آزادی سے محروم کرنا ایسا ہے جیسے اسے غذا سے محروم کردیا جائے۔،،

نمائندہ اور دستوری حکومت کے بارے میں انھوں نے اپنے مضمون ''وشاورھم،، میں حسب ذیل خیالات کا اظہار کیا ہے :

''حکمراں خودمختار نہیں ہوسکتا اور اصل حکمراں عوام ہیں۔ بادشاہ کو اگر حکومت کرنے کا حق حاصل ہے تو یہ اس لئے کہ بیعت کے ذریعے عوام نے اس کو یہ حق دیا ہے۔ حدیث نبوی کے مطابق قوم کا سردار اس کا خادم ہوتا ہے۔،،

مضمون ''اصول بشورت،، میں لکھتے ہیں :

''معاہدہ کو توڑنے کا حق کسی فرد کو حاصل نہیں۔ یہ امت کا حق ہے جو اس مقصد کے لئے جمع ہوتی ہے۔ بالکل اسی طرح جس طرح امام کو منتخب کرنے کا حق امت کو حاصل ہے۔،،

اسی مضمون میں وہ آگے چل کر لکھتے ہیں : ''اسلامی اصول کے تحت یہ ضروری نہیں کہ اسلامی ریاست صرف ملوکیت ہو۔ اس کی دوسری شکل بھی ہوسکتی ہے بلکہ حقیقت یہ ہے کہ اسلامی ریاست ایک طرح کی جمہوریت ہے۔،،

The Emergence of Modern Turkey

''دولت عثمانیہ کے لئے دستور کی ہر دفعہ کا اسلامی قانون سے ہم آھنگ ھونا ضروری ھے۔ علاوہ ازیں دستوری حکومت کا قیام کوئی بدعت نہیں ھے۔ یہ ایک ایسا طرز حکومت ھے جس پر محمود ثانی کی اصلاحات سے پہلے عمل کیا جاتا تھا اور جس کو اب بیوروکریسی کے موجودہ دور میں ختم کردیا گیا ھے۔ عثمانی حکومت Autocracy کے خارجی لبادے کے باوجود ایک جائز اور قانونی حکومت رھی ھے جس میں انتظامی اختیارات سلطان کو حاصل تھے، فوج کو انتظامیہ پر کنٹرول تھا اور قانون سازی علماء کے ھاتھ میں تھی۔''

وطن پرستی

وطن سے محبت نامق کمال کا طرۂ امتیاز ھے۔ ان کی نظم و نثر دونوں میں وطن سے والہانہ محبت کا اظہار کیا گیا ھے۔ لیکن کیا ان کے ذھن میں وطن پرستی کا وھی سیاسی تصور موجود تھا جو مغرب نے دیا ھے یا ان کا تصور وطن اس سے مختلف تھا؟ معلومات کی کمی کی وجہ سے اس بارے میں کوئی رائے دینا ھمارے لئے ممکن نہیں۔ حکمت دزدار اوغلو کے خیال میں نامق کمال جدید معنوں میں ایک ترک قوم پرست تھے۔ لیکن جب ھم دیکھتے ھیں کہ نامق کمال نے وطن کے لئے ترک، ملت، عثمانی، قوم اور مذھب کی اصطلاحات بھی استعمال کی ھیں تو اس خیال سے اتفاق کرنا مشکل معلوم ھوتا ھے کہ نامق کمال نے ''وطن،، کی اصطلاح سیاسی لحاظ سے انھی معنوں میں استعمال کی جن میں مغرب استعمال کرتا ھے۔ ذیل کے اقتباسات نامق کمال کے تصور وطن کو سمجھنے میں ھماری مدد کر سکتے ھیں:

اپنے مضمون ''وطن،، میں وہ لکھتے ھیں:

''انسان کو اپنے وطن سے اس لئے محبت کرنا چاھئے کہ خدا کا سب سے قیمتی عطیہ یعنی زندگی کا آغاز وطن کی ھوا میں سانس لینے سے ھوتا ھے

وطن ان غیر معین حدود پر مشتمل نہیں جس کی حد بندی ایک فاتح کی تلوار کرتی ہے یا کاتب کا خط جس کی نشاندھی کرتا ہے۔ یہ ایک مقدس نظریہ ہے جو مختلف للنوع احساسات کے جمع ہوجانے سے وجود میں آتا ہے یعنی عوام آزادی، اخوت، مفاد، حاکمیت، آبا و اجداد کا احترام، خاندان کی محبت اور بچپن کی یادیں۔،،

نامق کمال نے وطن کے اس تصور کے ساتھ ہی ساتھ عثمانی قومیت کا تصور پیش کیا جس میں مختلف لسانی اور مذھبی عناصر متحد ہو سکیں اور تمام قوموں کو مساوی سیاسی حقوق حاصل ہوں۔ لیکن جب یورپ میں عثمانی سلطنت میں آباد مسیحی قوموں نے اس تصور سے دلچسپی نہیں لی اور اتحاد سلاوی کی طرف مائل ہو گئیں تو نامق کمال نے عثمانی قومیت کے تصور کو ترک کرکے اتحاد اسلام کا تصور پیش کیا اور عثمانی پارلیمنٹ میں مسلمان علاقوں کے باشندوں کو نمائندگی دینے کا خیال پیش کیا۔ اس ضمن میں انھوں نے اپنے خیالات کا اظہار ''اتحاد اسلام،، کے عنوان کے تحت ایک مضمون میں کیا جو عبرت ۲۷ جون ۱۸۷۲ء میں شائع ہوا۔

برنارڈ لیوس لکھتے ھیں کہ ''نامق کمال نے حریت اور وطن کے دو نظریات پیش کئے لیکن وہ اپنی پرجوش وطن پرستی اور لبرل ازم کے باوجود ایک مخلص اور سچے مسلمان تھے اور اگر چہ انہوں نے وطن کی اصطلاح استعمال کی لیکن اس سے ان کی مراد اسلامی مملکت اور عثمانی مملکت ہے۔،،(۱)

پروفیسر عبدالکریم (جولیس) جرمانوس نے اپنی کتاب ''ترکوں کی اسلامی خدمات،، میں بھی اسی خیال کا اظہار کیا ہے۔ وہ لکھتے ھیں کہ:

''نامق کمال آج کل کے معنوں میں قوم پرست نہیں تھے بلکہ ایک عثمانی وطن پرست تھے۔ وطن کے متعلق ان کا تصور یہ تھا کہ مسلمان ترکوں

1- The Emergence of Modern Turkey P. 138

کی سلطنت قائم ہو۔ پچھلے زمانے میں جس طرح اسلام کی راہ میں جانبازی کی بدولت اسلام کو عروج نصیب ہوا تھا وہ انہیں مستقبل کے متعلق بھی ہمت دلاتا تھا۔ یہ الفاظ [illegible] کی قوم پرستی [illegible] تھا کہ انیسویں صدی کے یورپ کے اسلحہ اور طریقوں سے کام لے کر اسلام کا احیاء کیا جائے۔،،

ادب سے متعلق نامق کمال کے نظریات کو مختصر طور پر اس طرح بیان کیا جاسکتا ہے کہ وہ ترکی زبان کو سادہ بنانا چاہتے تھے، عربی اور فارسی کی نامانوس ترکیبوں کے استعمال کو ناپسند کرتے تھے لیکن عربی اور فارسی کو ترکی زبان کے لئے ایک قوت قرار دیتے تھے۔ وہ ادب کو زندگی میں تبدیلی لانے کا ایک موثر ذریعہ سمجھتے تھے۔ وہ ترکی زبان کو عربی رسم الخط میں لکھے جانے کی خامیوں سے واقف تھے لیکن عربی رسم الخط کو ترک کرکے لاطینی رسم الخط اختیار کرنے کے حق میں نہیں تھے۔

* * *